

جناب محمد یونس میٹو صاحب
لیچرار اسلامیات (ڈسکہ)

جدید تحقیق میں تنقید کا مقام

یہ بحث اب بہت پرانی ہو چکی ہے اور دور جدید کی تحقیق و تنقید کے لوازمات اور تقاضوں سے لگا نہیں کھاتی کہ تحقیق اور تنقید دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ ایک زمانہ تھا کہ بعض اہل قلم بھی تحقیق و تنقید کو دو متضاد چیزیں خیال کیا کرتے تھے۔ اسی تفریق کی بنیاد پر محقق و نقاد دو متضاد مشاغل کے آدمی خیال کیے جاتے تھے۔ ”یعنی محقق وہ ہے جسے تنقید سے کچھ غرض نہ ہو اور نقاد وہ ہے جو تحقیق سے بالکل بے نیاز ہو، گویا تحقیق و تنقید میں بے وجہ دشمنی پیدا کر دی گئی“ (۱)۔ اس فکری مغالطے کا نتیجہ بڑا بھیانک برآمد ہوا کہ تحقیق اور تنقید میں باہم ٹھن گئی۔ لہذا نقاد حضرات نے تحقیقی کاوشوں کو اس خاصیت میں غیر معیاری قرار دینا شروع کر دیا۔ یوں تحقیق اور تنقید دونوں کی افادیت کو زد پہنچی۔ تحقیق تو تحقیق خود تنقید بھی سوا استفادہ اور تحریب کاری کا شکار ہو گئی۔ (۲)۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا واقعی تحقیق اور تنقید دو الگ الگ میدان ہیں اور ان میدانوں کے شہسوار مخالف سمتوں میں محو پرواز ہیں یا کسی مقام پر کسی مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے اشتراک عمل پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ یہ جاننے کیلئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے تحقیق اور تنقید کے لغوی اور اصطلاحی معانی کا مفہوم تعین کر لیں۔ اس کے بعد ان کے باہمی ربط کو تلاش کرنا آسان ہوگا۔ تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے فیروز اللغات میں اس کے معانی درج ذیل ہیں:

- (۱) اصلیت معلوم کرنا (۲) دریافت کرنا (۳) درستی صحت (۴) دریافت، تفتیش، جلع پڑتال
- (۵) سچائی، صداقت، اصلیت (۶) تعین (۷) تصدیق، پایہ ثبوت کو پہنچنا (۸) درست، ٹھیک، سچا،

(۱) ڈاکٹر سید عبداللہ، تحقیق و تنقید، اردو میں اصول تحقیق، مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ، بحث، مقدمہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم ۱۹۸۹ء، ص ۲۹۔ (۲) مظفر علی سید، تحقیقی و تنقید کا باہمی ربط، تحقیق اور اصول دفع اصطلاحات پر منتخب مقالات، مرتبہ اعجاز راہی، مقدمہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۶ء، ص ۱۶۵۔

اصلی اور یقینی وغیرہ (۱)۔ تحقیق کے اصطلاحی معانی بھی یہی بیان کیے جاتے ہیں:

”تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی کھرے کھوٹے کی چھان بین یا کسی بات کی تصدیق کرنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تحقیق کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے علم و ادب میں کھرے کھوٹے، چھڑ کو تھلکے سے، حق کو باطل سے الگ کریں، تحقیق کسی موضوع پر مناسب معلومات حاصل کرنے کی باضابطہ جستجو ہے اور تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے: (۲)۔ اب ذرا تنقید کے لغوی اور اصطلاحی معانی پر غور کیا جائے: انگریزی اصطلاح کریٹیشزم کا ترجمہ اردو میں نقد، انتقار یا تنقید کیا گیا ہے لیکن زیادہ معروف ترجمہ تنقید ہی ہے اور یہی مستعمل ہے عربی میں بھی اس کا مادہ نقد ہے۔ فیروز اللغات نے اس کے بھی تقریباً وہی معانی لکھے ہیں جو تحقیق کے ہیں:

(الف)۔ جالچ، پرکھ، تمیز، ایسی تمیز جو اچھے برے، کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرے۔

(ب)۔ تبصرہ، نقد، اور نقطہ چینی (۳)۔ ادب یا اصطلاح میں تنقید کے معانی بہت وسیع کسی ادب کا مطالعہ کر کے اس کے کھرے کھوٹے اور صحیح غلط ہونے کا فیصلہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا تجزیہ، اس کی قدر و قیمت کا تعین اور ادب میں اس کی حیثیت وغیرہ کے معاملات بھی تنقید میں شامل ہیں۔ یاد رہے کہ نقد کا کام ادب کی تنقیص کرنا نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے معانی بیان کرتے ہیں:

”تنقید کے معانی کھوٹا کھرا پرکھنا، اصطلاحاً کسی موجود مواد کی خوبی یا برائی، حسن و قبح اور جمال اور بد صورتی کے متعلق چھان بین کرنا اور اس پر فیصلہ دینا نقد کے مد نظر ہوتا ہے“۔ (۴)۔ لیکن سارے عمل میں نقد کا رویہ اور سوچ مثبت ہونی چاہئے جب ہی تنقید کا عمل مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ گویا نقد کی تنقید میں دل سوزی، خلوص اور ہمدردی کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے۔ وہ ایک مخلص دوست کی طرح مصنف، تخلیق نگار یا فنکار کی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ اس کے بیان میں تحقیر اور تذلیل کا پہلو نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تنقید کو دوسروں کے لئے خوشگوار اور قابل مطالعہ بنانے کیلئے اس میں تخلیق کا رنگ پیدا کرتا ہے۔ اس طرح ایک نقد تخلیقی ادب کو آگے بڑھانے، اسے وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے اور ادب کے شرے ہوئے ہوتے میں بھل اور روانی پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سارا کام محقق خود کر سکتا؟

جبکہ وہ اپنی تحقیق کے بارے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتا ہے کہ اس میں کیا خوبیاں اور

(۱)۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد، ص ۳۸۸ (۲)۔ اردو میں اصول تحقیق، جلد

اول، ص ۲، (۳)۔ فیروز اللغات (اردو جامع)، ص ۳۸۴ (۴)۔ اردو میں اصول تحقیق، ص ۳۰

کیا کیا خامیاں ہیں؟۔ لہذا وہ کھوٹے کھرے کے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اچھے محقق بھی ہوں اور اچھے نقاد بھی۔ ایک محقق اچھا نقاد ہو سکتا ہے لیکن دوسروں کیلئے بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اچھا محقق قدرتی طور پر اچھا نقاد بھی ہوتا ہے۔ تحقیق میں نقاد کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بعض اوقات ایک محقق کی نظر وہاں تک نہیں پہنچتی جہاں تک نقاد دیکھ سکتا ہے پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ، کسی ادیب، شاعر یا محقق کے نزدیک اس کا ادب پارہ یا تحقیق بمنزلہ اولاد کے ہوتی ہے لہذا کوئی بھی ماں باپ اپنی اولاد کے بارے میں اچھے برے ہونے کا فیصلہ نہیں دے سکتے۔ دوسرے لوگوں کی رائے اس سلسلہ میں معتبر خیال کی جاتی ہے۔ یہی بات تحقیق کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے لہذا تحقیق کسی بھی قسم سے متعلق ہو اس کے لئے ایک نقاد کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ شاید اسی بنیاد پر ڈاکٹر سید عبداللہ نے فرمایا ہے کہ ”ایک خاص حد تک تنقید اور تحقیق کے دائرہ ہائے عمل الگ الگ ہیں“۔ (۱)۔ اس جزوی فرق کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ تنقید اور تحقیق دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود کچھ بے معانی سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحقیق اور تنقید کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے، جبکہ بعض احباب کا خیال ہے کہ تحقیق یا تخلیق چلتے وجود میں آتی ہے اور تنقید بعد میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اگر آپ ان دونوں عملوں کو الگ الگ ماحول میں دیکھیں گے تو بظاہر ایسا ہی نظر آتا ہے کہ جب تخلیق یا تحقیق ہی نہ ہوگی تو تنقید کس پر ہوگی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں عمل ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید نے واقعات، بیانات اور روایات کی جامع پڑتال کا حکم دیا ہے۔ ”یاایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا

فتینوا ان تصیبوا اقواماً بجهالة فتصبحوا علیٰ فعلکم نادمین“ (۲)

یہی وہ آیت ہے جس کی بنیاد پر علماء نے جرح و تعدیل کے اصول منضبط کئے۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اصولی ہدایت دی ہے کہ جب کوئی اہم خبر تم تک پہنچے تو اس کی تصدیق کرلو... اسی قاعدے کی بنیاد پر محدثین نے علم حدیث میں جرح و تعدیل کا فن ایجاد کیا تاکہ ان لوگوں کے حالات کی تحقیق کریں جن کے ذریعے سے بعد کی نسلوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچی تھیں“ (۳)۔ اصول حدیث کی زبان میں ان تمام علوم کو اصول

(۱)۔ اردو میں اصول تحقیق، ص ۳۰ (۲)۔ سورۃ المائدہ، آیت ۶۔

(۳)۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن، جلد ۵، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔ ۳۷۔

روایت اور درایت کہتے ہیں۔ ان اصولوں کو آپ جدید اصول تحقیق کی بنیاد قرار دے سکتے ہیں۔ ان اصولوں کی بنیاد پر ایک محقق کسی روایت کو قبول یا رد کرتا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی سیرت النبیؐ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ”جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود ٹریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کے نام بہ ترتیب بتایا جائے اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے کون لوگ تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ تھے؟ سطحی الذہن تھے؟ یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل تھے؟“۔ (۱)۔

ایک محقق تحقیق کرتے وقت ان تمام امور سے بحث کرتا ہے۔ محدثین نے اس سلسلہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور باقاعدہ ایک فن اسماء الرجال کے نام سے ایجاد کیا۔ جو راویوں کے احوال سے گفتگو کرتا ہے۔ یہ تو بنیاد ہے جدید تحقیق کی اس سلسلہ میں جدید نقاد کی اساس کیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی بھی تنقید کی بنیاد عین چیزوں پر ہوتی ہے۔ نقاد اپنی رائے دینے سے پہلے ان امور کے بارے میں اپنی نسلی اور تشفی کرتا ہے۔ ارباب فن ان کو (الف) تشریح (ب) حکم اور یقین کے نام سے جانتے ہیں۔ تشریح سے مراد یہ ہے کہ کسی تحقیق یا تصنیف کا مطالعہ کیا جائے۔ پھر محقق یا مصنف کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کی جائیں کہ وہ کہاں پیدا ہوا؟ کس زمانے سے تعلق رکھتا ہے؟ اس کے والدین کون تھے؟ اس کا بچپن کیسے گزرا؟ اس نے کن لوگوں میں پرورش پائی، کہاں سے تعلیم حاصل کی، کون کون سی کتابیں پڑھیں، اس کی جوانی کیسے بسر ہوئی، اسے کسی سے محبت ہوئی اگر ہوئی تو انجام کیا تھا؟ اس دور میں مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی حالت کیا تھی؟ یہ تمام معلومات ایک نقاد اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اسے فن کے ساتھ ساتھ فنکار کی شخصیت پر بھی اظہار خیال کرنا ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں انسانیت اور شخصیت کی تشکیل و تکمیل یا تحزیب و انتشار کا باعث بنتی ہیں۔ کسی بھی تحقیق یا ادب پارے میں محقق یا ادیب کی شخصیت بھی جلوہ گر ہوتی ہے اور آجکل تو لوگوں کی پہچان اور تعارف ہی انکی تحریریں ہیں۔ یہ لوگ جب تنقید لکھنے بیٹھتے ہیں تو صرف عیوب و نقائص پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ مخالف کا سونا انکے نزدیک لوبا ہوتا ہے۔ آجکل اخبارات میں ایسی تنقید کے نمونے آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ پھر مختلف سیاسی ادوار میں شائع ہونے والی کتب کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ بحر حال مندرجہ بالا تمام امور پر تحقیق کرنے کے

(۱)۔ مولانا شبلی نعمانی مقدمہ سیرت النبیؐ، جلد اول، دار اشاعت، کراچی ۱۹۸۵ء، ص ۳۷۔

بعد ہی نقاد کسی تحقیقی کاوش کے بارے میں اپنی تنقید سے اس کی درجہ بندی کرتا ہے کہ وہ اچھی ہے، بہت اچھی ہے یا بہت ہی اچھی ہے۔ نیز وہ دور حاضر کے تقاضوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتی ہے یا نہیں۔ یہ تعین وہ بڑے غور و فکر اور تحقیق کے بعد کرتا ہے۔ اس بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ محقق اور نقاد دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں اور ایک ہی طریقہ سے کرتے ہیں۔ جزوی اختلاف کی ہر جگہ گنجائش ہوتی ہے۔ دونوں کا معیار سند بھی ملتا جلتا ہے لہذا یہ کہنا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ تحقیق و تنقید کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ ایک نقاد کو محقق اور ایک محقق کو نقاد ہونا بہت ضروری ہے۔ مظفر علی سید تحقیق اور تنقید کے باہمی ربط کے بارے میں لکھتے ہیں:

”تحقیق اور تنقید کا رابطہ محض اتنا نہیں کہ تحقیق، تنقید کے لئے مسالہ فراہم کرتی ہے یہ تو خادوم اور مخدوم کا رشتہ ہے۔۔۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے متقابل ڈسپلن کا حکم رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں اور ان کے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ علوم و فنون کی درمیانی سرحدیں ذرا نرم ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ”آدمی وہاں نہ جا سکے یاں کا“ (۱)۔ ذرا آگے چل کر اور وضاحت کرتے ہیں:

”تحقیق کے میدان میں تلاش و جستجو کا آغاز جب ہی ہو سکتا ہے جب آپ کو معلومات کی وضع موجود سے بے اطمینانی ہو۔ دوسرے لفظوں میں آپ مرغومات کو تنقیدی نظر سے دیکھتے ہوں اور ضبط روایت کے ساتھ ساتھ، نقد روایت کا حوصلہ اور اہلیت بھی رکھتے ہوں۔ اس طرح تنقید کے میدان میں کسی ادبی متن کی تفسیر و تاویل اور اس کی قدر و قیمت پر ذمہ داری کے ساتھ رائے زنی نہیں ہو سکتی، جب تک متن موجود کا انتساب اور استناد تسلی بخش نہ ہو۔ یقیناً کوئی باہوش نقاد کسی ایسی تحریر کی گہرائی میں اترنے سے گریز کرے گا جس کی سطح ہی مخدوش اور محسوس ہو۔ گویا ہر محقق میں ایک جزوی نقاد اور ہر نقاد میں ایک جزوی محقق کا وجود لازم ہے۔“ (۲)۔

پس نقاد کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ صرف زیر بحث تصنیف کے ادبی و فنی محاسن و عیوب پر ہی نظر نہ رکھے بلکہ نقاد کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ محقق یا مصنف کے حالات و واقعات کی بھی تحقیق کرے اس کی دیگر تحقیقی کاوشوں (اگر ہوں تو) کے باہمی روابط پر بھی ایک نظر ڈال لے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سوانح عمریاں بلکہ مصنفوں اور شاعروں کے خطوط بھی ان تخلیقات و تحقیقات کو سمجھنے میں بڑی مدد دے سکتے ہیں۔ اس طرح تہذیب اور سماج کے

(۱) تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، (ص: ۱۴۳-۱۴۵)۔

(۲) تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، (ص: ۱۴۵)۔

حقائق کا علم بھی ادبی جائزوں کے سلسلے میں مفید بلکہ ضروری ہوتا ہے۔ (۱)۔ اس سلسلہ میں ہم خطوط غالب کی مثال ہی سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں یہ خطوط ایک عہد کی سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی تاریخ بیان کرتے ہیں۔ تفہیم غالب کے لئے ان خطوط کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ میر تقی میر کی شاعری میں جو سوز و گداز کا عصر نمایاں ہے وہ ان کے ذاتی بچپن کے حالات، عشق میں ناکامی اور وطن عزیز کی غلامی اور بربادی کا پتہ دیتے ہیں۔ گویا یہ میر کی شاعری کا پس منظر ہے جو ان کے کلام کو سمجھنے میں بہت مدد دیتا ہے۔ دور کیوں جلیے، خود علامہ اقبالؒ کی شاعری کا پس منظر جانے بغیر ان کا فلسفہ سمجھنا مشکل ہی نہیں، بعض حالات میں ناممکن بھی ہو سکتا ہے۔ مرد کامل مثاہین جیسے کرداروں کے پس منظر میں کیا ضرورت تھی جب تک نہ ان کے فلسفہ مرد مومن سے آگاہی حاصل نہ کی جائے اس سے مستفید ہونا ناممکن ہے اسی طرح خودی، بے خودی، سخت کوشی اور خط پسندی کی حقیقت جاننے کے لئے عالم اسلام اور ایشیاء کی سیاسی حالت کا جائزہ بہت ضروری ہے۔ یہی حال تحقیق کا ہوتا ہے۔ محقق بھی ایک انسان ہی ہوتا ہے۔ اچھے، برے، نیکی، بڑھاپے اور خوشی، غمی کا اس پر بھی اثر ہوتا ہے۔ اس لئے ایک نقاد کا کام محقق کی طرح کھن ہی ہوتا ہے۔ تحقیق اور تنقید کی حقیقت کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے مقصد دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے کہ سچائی اور اصل حقیقت کا کھوج لگانا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے تحقیق و تنقید کے اس باطنی تعلق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ”ماحصل یہ کہ تنقید میں بھی تحقیق کے کئی پہلو نکلتے ہیں اور تنقید کیلئے بھی تحقیق ایک لازمی سا عمل ہے۔ سب الیوقن کے ساتھ فنکار کو بھی سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔ آئی۔ اے رچرڈز فن کے ساتھ قاری کے ذہن اور ماحول کو سمجھنے کی تاکید کرتا ہے۔ رابرٹسن تو اس سے آگے بڑھ کر خود ناقد کو بھی اس میں لے آتا ہے اور اسکی نفسیات شناسی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ تال ساری اجتماعی تہذیب کے مطالعہ کو اہمیت دیتا ہے اور ہر بڑے میولر کے نزدیک تو زمانے کی مجموعی فکری روح کی شناخت بھی ضروریات تنقید میں شامل ہے غرضیکہ سچی تنقید تحقیق سے آنکھ نہیں چرا سکتی اور صرف تاریخ ہی نہیں حیات انسانی کی پوری تاریخ اسکی لپیٹ میں آتی ہے یہیں پہنچ کر تحقیق و تنقید ہم معانی سے الفاظ بن جاتی ہیں۔ کم از کم دونوں کی باہمی بے تعلق کا دعویٰ غلط ہی ثابت ہوتا ہے۔ (۲)۔

(۱)۔ اردو میں اصول تحقیق، (ص ۳۷)۔

(۲)۔ اردو میں اصول تحقیق، (ص ۳۷، ۳۸)۔